سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اشعار عرب

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی ☆

Abstract:

"Poetry is an effective and favuorite form of literature. A big valuable collection of literature of different kinds is found in poetry. Poetry won a prominent feature of the ancient Arabs. They were so proud of it that the others were nothing to them on the very this base. So for as the study of seerah, the Arab poetry at that time also come up as one of the basic source of seerah study. The seerah writers have tried to find out the imprints of seerah of the prophet (peace be upon him) through the Arab poetry. Allama shibli is one of those famous seerah writers who quoted the poetic reference in his book of seerah."

''الشعر دیوان العرب'' کی داستان بڑی طویل ہے۔ اس کی توضیح وتشریح میں کتابیں ترتیب دی گئیں۔ شاعری عربوں کی شناخت تھی۔ یہ ان کے مزاج میں شامل تھی۔ یہی ان کی کل بساط تھی، اسی کی بنیاد پر افتخار واستکبار کا سارا دارو مدار تھا۔ اسی سے ان کے ثقافتی معیار اور لسانی اعتبار کا تعین وتدارک ہوتا۔ شاعری ہی سے ان کے معاشرتی اقدار کا اندازہ ہوتا ہے۔ قبائل اپنے شعراء پر فخر ومباہات جتاتے، انہیں دیگر قبائل کے شعراء پر بلند وبرتر دیکھنے کے خواستگار ہوتے، کیوں کہ شعراء ہی اپنے اپنے قبائل کے ترجمان تھے، اپنے قبائلی امتیازات کو فخریہ بیان کرتے، اپنے قبائل کے سورماؤں کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے۔ ان کے کارناموں کا شان وشوکت کے ساتھ ذکر کرتے ان کے مراثی منظوم کرتے، ان مراثی سے تاریخی واقعات، دوسرے قبائل کے درجات، گھوڑوں اور اونٹوں کی

☆ شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

تعریف، ہتھیاروں کے خصائص اور جنگی احوال کا پتہ چلتا ہے۔ درحقیقت ان کی رجزیہ شاعری ان کے بہت سے تمدنی گوشوں کو وا کرتی ہے۔ جنگوں میں فتح یابی کے لیے یہی شعراء ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتے،(۱) ان کی حمیت اور ان کی علونسبی کی یاد دلاتے۔ اسی شاعری کی بنیاد پر قبائل کے درمیان صدیوں جنگیں چلتی رہتیں۔ رجزیہ شاعری کا ایک اہم زاویہ یہ بھی ہے کہ عرب خواتین بھی موثر کردار ادا کرتیں۔ دیوان العرب دینی، تعلیمی، معاشرتی، سیاسی، عائلی اور تاریخی واقعات پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوق عکاظ مجنہؑ، حباشہ اور کذی المجاز کی اہمیت تاریخ میں مسلم ہے انہی ادبی بازاروں کی بنیاد پر شاعری کا بول بالا ہوا اور تصورِ نقد کی ابتداء ہوئی۔ (۲)

اسی شاعری کی بل پر عرب اپنے آپ کو افصح اللسان کہتے تھے اور دنیا کے تمام لوگوں کو اپنے بالمقابل گونگا تصور کرتے۔ مذکورہ سطور کی شہادت کے لیے دورِ جاہلی کی شاعری خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی شاعری کو استناد و اعتبار کا درجہ حاصل ہے۔ اسی پر لسانیات کی معرکہ آراء بحثیں ہیں اسی کی روشنی میں زبان کے اصول وقواعد ترتیب دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جاہلی شاعری کے مطالعہ پر زور دیا تا کہ قرآن کریم اور احادیث کے بہت سے مفردات کے بواطن میں ان کی مدد سے اترا جاسکے۔ خود سرور کائنات ﷺ نے جاہلی شاعری کے لسانی معیار کا اعتراف کیا لیکن یہ بھی فرمایا کہ اصحاب جہنم کا علم قیادت امراء القیس کے ہاتھوں میں ہوگا۔ (۳) مفردات القرآن پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں (۴) اور ان کے معانی کے تعیین کے لیے کلام عرب سے استشہاد کیا گیا۔ لسان العرب اور بہت سے دیگر لغات میں اشعار ہی کے سہارے الفاظ کے ماقبل اور مابعد کی تاریخ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مفسرین اور شارحین نے بھی مفردات کی پرتیں کھولنے کے لیے انہی اشعار پر انحصار کیا۔ طبری، کشاف، ابن کثیر اور احکام القرآن وغیرہ میں تشریح الفاظ کے لیے کلام عرب کا سہارا لیا گیا ہے۔ بیسویں صدی کے ہندوستانی مفسر اور ادیب مولانا حمید الدین فراہی نے بھی اپنی تصانیف میں استشہاد بکلام العرب کی ایک نمایاں مثال قائم کی ہے۔(۵) اس کے علاوہ متقدمین کے یہاں بھی مباحث میں سارا رنگ انہی اشعار کے بل پر بھرا جاتا ہے۔ معجم البلدان، (۶) العقد الفرید، کتاب البخلاء، کتاب الحیوان، نقد الشعر وغیرہ میں اشعار کا ذخیرہ موجود ہے۔ ادبی روایات انہی اشعار سے آگے بڑھتی رہی ہیں۔ ہر عہد میں شاعری کا موثر کردار رہا ہے۔

مستشرقین اور مخالفین اسلام کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مستقل دین اسلام کی شبیہ بگاڑنے میں لگا ہوا ہے۔ انہی الزامات میں سے ایک الزام یہ ہے کہ اسلام فنون لطیفہ کا مخالف ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام ان فنون لطیفہ کا مخالف ہے جس سے اخلاقیات کی دیواریں مسمار ہو رہی ہوں۔ اباحیت کو فروغ مل رہا ہو۔ ایسا صرف اسلام کو بدنام کرنے کے لیے کیا گیا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے خود شاعری کو ''ان الشعر لحکمۃ'' (شاعری یقیناً حکمت ہے) یا کلام عرب کے لیے ''ان من البیان لسحرا'' کہا

ہے۔سورۃ الشعراء میں ان شعراء کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔(۷) جنھوں نے اپنے تخیلات کو کذب بیانی کے سپرد کردیا۔ بے حیائی، بے حجابی، مقاربہ اور معاشقہ ہی ان کے موضوعات رہے۔ دوشیزاؤں اور معشوقاؤں کی اعضاء گیری پر ان کی ساری توجہ ہوتی ہیں۔ ایسی شاعری کے متعلق فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ ''پیٹ کے لہو پیپ سے بھر لینا جو اسے خراب کردے، شعر سے بھر لینے سے بہتر ہے''۔(۸) سورۃ الشعراء میں موازنتاً ان شعراء کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو اپنے ذاتی تخیلات وتصورات کی بنیاد پر اشعار منظوم نہیں کرتے بلکہ ان کی شاعری کی زمام بدست اسلام ہوتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت اور دیگر شعراء رسول کی مناسب عکاسی مولانا ڈاکٹر سعید الاعظمی ندوی نے اپنے تحقیقی مقالہ ''شعراء الرسول'' میں کی ہے۔(۹) انھیں شعراء نے شخصیت رسول، رسالت، اوراوصاف نبی کریمؐ کی مستند تصویر کشی کی ہے۔ انھیں مومن شعراء کے یہاں غزوات، وسرایا اور بہت سے دیگر واقعات کی تفصیلات ان کی شاعری میں موجود ہیں اس کے علاوہ یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ماقبل رسالت کی داستان کو بھی جاہلی شعراء نے موضوع بحث بنایا جو سیرتی بحثوں کی تفہیم میں مدومعاون ہیں۔ سیرت پاک سے متعلق جو ابتدائی لٹریچر ہے اس میں اشعار کی ایک بڑی دنیا آباد ہے۔ سیرت کے بنیادی مآخذ میں اشعار کا بھی اساسی کردار رہا ہے۔ سیرت نگاروں نے انہیں اشعار کی بنیاد پر شمائل النبی کی کڑیاں تلاش کی ہیں، کتاب المغازی، تہذیب التہذیب، سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد اور تاریخ کبیر، وغیرہ میں اشعار کی مدد سے سیرتی خدوخال پیش کیے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شاعری میں سیرت پاک کا ایک بڑا گوشہ موجود ہے اسی تتبع میں اردو کے نامور سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی نے بھی اپنی کتاب ''سیرۃ النبی'' میں اشعار سے استدلال کیا ہے۔ راقم الحروف اس مضمون میں انہی اشعار کو موضوع بحث بنائے گا۔

علامہ شبلی نے اپنے مقدمہ میں اس پہلو کو بھی اجاگر کیا اور سیرت پر لکھی جانے والی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی کہ کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس میں صحیح روایتوں کا التزام کیا گیا ہو۔ اسی ضمن میں علامہ نے حافظ ابن حجر کے استاذ حافظ زین الدین عراقی کا ایک شعر نقل کیا ہے۔(۱۰)

ولیعلم الطالب ان السیرا

تجمع ما صح وما قدا نکرا

یعنی طالب فن کو جاننا چاہیے کہ سیرت میں ہر قسم کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں صحیح بھی اور قابل انکار بھی

لفظ ''عرب'' کی تاریخی، ثقافتی اور لسانی تحقیقات پر طویل تر بحثیں ہوئی ہیں۔ جو نہایت عالمانہ اور محققانہ ہیں۔ علامہ نے بھی سیرت میں اس کی معنویت پر اظہار خیال کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ عرب کا مفہوم فصاحت اور زبان آوری ہے اور ان کے علاوہ دنیا کی تمام ملل عجم یعنی ژولیدہ بیانی کا شکار ہیں۔ انھیں اپنے مافی الضمیر کی درست پیشگی پر قدرت نہیں۔ لفظ ''عرب'' کے متعلق ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ

عرب نہیں ''عربہ'' ہے جس کا ذکر کلام عرب میں موجود ہے۔(۱۱)

ورجت باحة العربات رجاً

ترقرق فی مناکبها الدماء

سرزمین عرب گونج اٹھی ہے اس کے کناروں میں خون جھلملا رہے ہیں

وعربة أرض جد فی الشر أهلها

کما جد فی شرب النُقاخ ظماء

وہ ایسی سرزمین ہے جس کے باشندے جنگ کی طرف اس طرح سے بھاگتے ہیں، جس طرح سخت پیاسا آب شیریں کی طرف بھاگتا ہے۔

وعربة أرض ما یحل حرامها

من الناس الا للوذعی الحلاحل

وہ ایسی سرزمین ہے جس کی حرمت ذہین وفطین اور سردار شخص کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں کی گئی

علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں آنحضورﷺ کے امتیازی حسب ونسب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ آپ کا خاندان ابتداء ہی سے معزز ومکرم رہا ہے۔ آگے چل کر خاندان رسولﷺ کو لقب قریش دے کر مزید ممتاز بنایا گیا اس لقب کو دینے والے نضر بن کنانہ تھے۔ بعض محققین کے نزدیک اس لقب سے سب سے پہلے فہر کو نوازا گیا اور انہی کی اولاد قریش ہے۔ حافظ عراقی اپنی سیرت منظوم میں رقم طراز ہیں:(۱۲)

أما قریش فالأصح فهر

جماعها و الاکثرون النضر(۱۳)

قریش کے متعلق صحیح بات تو یہی ہے کہ ان کی اصل فہر ہیں جب کہ اکثر لوگ نضر کو قرار دیتے ہیں۔

اسی موضوع کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے علامہ نے فرمایا کہ خاندان قریش کی خدمات اور ایام حج میں حجاج کرام کے لیے ان کی قربانیاں لائق ذکر ہیں۔ علامہ نے ''العقد الفرید'' کے حوالے سے بتایا کہ خاندان قریش کے آبا واجداد میں سے ایک شخص قصی بن کلاب نے اپنے خاندان کو کعبہ کے اردگرد بسایا جس کی بنا پر انھیں قریش کہا گیا۔ کیوں کہ ''تقریش'' کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ اسی بناء پر اس کو مجمع بھی کہتے ہیں(۱۴) شاعر کہتا ہے:

قصی ابوکم من یسمی مجمعا

به جمع الله القبائل من فهر

قصی تمہارے جد ہیں، جنھیں مجمع کہا جاتا ہے۔ انھیں کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے قبائل فہر کو جمع کیا۔

علامہ شبلی نے بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے یہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ اس زمانے میں بہت سے ایسے اشعار منظوم کیے جاتے تھے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا ذکر ہوتا اور ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات قلم بند کی جاتیں اور پھر یہ اشعار کسی بڑی شخصیت سے منسوب کر دیئے جاتے اسی تناظر میں حضرت ابوطالب کے لامیہ قصیدہ کو بھی دیکھا گیا ہے۔ جسے ابن ہشام وغیرہ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔(۱۵) سید صاحب نے استاذ گرامی کے اس خیال سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ پورا قصیدہ موضوع نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ اشعار موضوع ہیں کیوں کہ اس کے دو شعر صحاح میں بھی مذکور ہیں۔ ابن اسحاق نے اس قصیدہ کو نقل کر کے بتایا کہ اہل علم نے اس قصیدے کے بیشتر اشعار کو موضوع قرار دیا ہے۔ اس کا اختتام یوں ہوا ہے:

فاصبح فینا احمد فی أرومه

تقصر عنه سورة المتطاول

احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہم میں ایک ایسے سلسلے سے ہوا ہے کہ دست درازی کرنے والے کا مرتبہ اس کی ہم سری کرنے سے قاصر ہے۔

فأیدہٗ رب العباد بنصرہ

وأظهر دیناً حقه غیر باطل(۱۶)

پس بندوں کے پروردگار نے اس کی مدد کی اور اس کے دین حق کو نہ مٹنے والا بنا کر اسے غلبہ عطا کیا۔

اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ نے یہ بھی بتایا کہ بہت سے اشعار ایک خاص مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے منظوم کیے گئے۔ یہ اشعار توحید اور معاد سے متعلق ہوتے۔ صرف اس لیے کہ دین اسلام سے اس طرح کے اشعار کو تائید حاصل ہوگی۔ اسی طرح کے اشعار امیہ ابن الصلت سے صرف اس لیے منسوب کیے گئے کہ انھیں قبولیت عام حاصل ہوگی۔

فقلت له یا أذهب بهارون فادعوا

إلی الله فرعون الذی کان طاغیا

پس میں نے موسیٰ سے کہا کہ ہارون کو لے کر جاؤ اور اس فرعون کو تم دونوں اللہ کی طرف بلاؤ جو سرکش ہو چکا ہے۔

وقولا له أنت رفعت هذه

بلا عمد ارفق اذابک بانیا

اور تم دونوں اس سے پوچھ لو کیا (آسمان کو) بغیر ستون تم نے بلند کیا ہے۔ تب تم اپنے
ساتھ نرمی کا معاملہ اختیار کرو۔

وقولا له أنت سوّيت وسطها

منيرا إذا ما جنه الليل هاديا(۱۷)

اور اس سے پوچھو کہ آسمان کے درمیان روشن چاند کو کس نے ضیاء بخشی ہے جب کہ
پرسکون رات اس پر چھا جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ اشعار قرآن کریم کو سامنے رکھ کر منظوم کیے گئے ہیں۔ اس لیے امیہ بن ابی الصلت کی جانب اس کا انتساب بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ تمام سیرت نگاروں کی طرح علامہ نے بھی ہجرت مدینہ کا ذکر کیا ہے اور بتایا کہ انصار مدینہ کے اندر آپ ﷺ کے استقبال کا عجیب ولولہ اور شوق فراواں تھا۔ مرد شہر سے باہر نکل آئے تھے۔ قبا سے مدینہ تک دورویہ جان نثاروں کی صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان آتے تھے۔ ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا۔ حضور! یہ گھر ہے، یہ مال ہے۔ یہ جان ہے، آپ منت کا اظہار فرماتے اور دعائے خیر دیتے۔ شہر قریب آ گیا تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین چھتوں پر نکل آئیں اور گانے لگیں:(۱۸)

طلع البدر علينا

من ثنيات الوداع

بدر رسالت کوہ وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر طلوع ہوا۔

وجب الشكر علينا

مادعا لله داع

ہم پر خدا کا شکر واجب ہے، جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگے۔

معصوم لڑکیوں پر کیا وارفتگی کا عالم تھا کہ وہ دف بجا بجا کر گاتی تھیں:(۱۹)

نحن جوار من بني النجار

يا حبذا محمداً من جار

ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد ﷺ کیا اچھے ہمسایہ ہیں۔

ہجرت کے بعد سب سے بڑی ضرورت صحابہ کرام کی یہ تھی کہ ایک مسجد کی تعمیر ہو جہاں اللہ کے حضور قیام اور رکوع وسجود کا اہتمام ہو، نیز اسے اسلام کا پہلا قلعہ بھی بنایا جا سکے اور تسبیح وتہلیل کی جا سکے اس قلعہ سے مدرسہ کا کام لینے کے ساتھ ساتھ وہیں سے فوجیں بھی روانہ کی جا سکیں۔ اس مسجد کو قرآن کریم میں ''**لمسجد اسس على التقوى من اول يوم أحق أن تقوم فيه**'' کہہ کر اس کی عظمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کی تعمیر میں خود رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی شامل تھی۔ سرورِ کونین ہونے کے

باوجود پتھروں کو اٹھاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی ان محنت کشوں میں شامل تھے محنت کشی کے ساتھ ساتھ مسرت میں زبان سے حقائق بھی ادا ہو رہے تھے۔ (۲۰)

أفلح من يعالج المساجدا

ويقرأ القرآن قائما وقاعدا(۲۱)

وہ کامیاب ہوا جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن کریم پڑھتا ہے۔

ولايبيت الليل عنه راقداً

اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔

اسی طرح بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی مندرجہ رجز پڑھتے تھے۔ اور سرکار دو عالم مزدوروں کے لباس میں پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور خود بھی سب کے ساتھ اسی رجز کو دہراتے تھے۔ (۲۲)

اللهم لاخير الا خير الآخرة

فاغفر الانصار والمهاجرة

اے خدا! کامیابی تو صرف آخرت کی کامیابی ہے۔ اے خدا! انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے تحفظ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ حضرت خنساءؓ نے اپنے تمام بیٹوں کو تحفظ رسول میں قربان ہونا پسند کیا، لیکن انہیں یہ ہرگز پسند نہ تھا کہ آپ کے پیر میں کانٹا بھی چبھے۔ اس تعلق سے علامہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ''عتبہ حضرت حمزہ سے اور ولید حضرت علی سے مقابل ہوا اور دونوں مارے گئے۔ لیکن عتبہ کے بھائی شبیہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا۔ حضرت علی نے بڑھ کر شبیہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضرت عبیدہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا؟ آپ نے فرمایا: نہیں تم نے شہادت پائی۔ حضرت عبیدہ نے کہا آج ابو طالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں: (۲۳)

ونسلمه حتى تصرع حوله

ونذهل عن أبنائنا والحلائل(۲۴)

ہم محمد ﷺ کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے جب ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھلا نہ دیئے جائیں۔

غزوہ بدر کے حوالے سے سیرت نگاروں نے ڈھیروں اشعار نقل کیے ہیں۔ (۲۵) اسی تناظر میں کچھ اشعار سیرۃ النبی میں بھی ہیں۔ جنگ بدر میں جب کفار و مشرکین قیدی بنائے گئے تو ان قیدیوں کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان کیا کہ ان میں بہت سے ایسے قیدی ہیں جنھوں نے خود سے

جنگ میں حصہ نہیں لیا بلکہ انہیں اس میں حصہ لینے پر مجبور کیا گیا۔ انھیں میں سے ابوالبختری بھی تھا جب اسے چھوڑنے کی بات کی گئی تو اس نے کہا کہ میرے دوست کو رہا کیا جائے۔ اس پر اسے نفی میں جواب دیا گیا۔ اس پر اس نے کہا کہ خواتین عرب کا طعنہ سننے کی میرے اندر تاب نہیں ہے کہ اپنی جان بچانے کے لیے میں نے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ کہہ کر ابوالبختری بڑھتا ہوا آگے بڑھا اور مارا گیا۔(۲۶)

لن یسلم ابن حرة زمیلہ

حتی یموت أو یری سبیلہ

شریف زادہ اپنے دوست کو چھوڑ نہیں سکتا، جب تک کہ مر نہ جائے یا وہ اپنا راستہ نہ دیکھ لے۔

عربوں کے اندر جرأت وشجاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ رونا ان کے یہاں معیوب اور بزدلی کی علامت تھی۔ چنانچہ جنگ بدر میں جب کفار مشرکین کی ایک بڑی تعداد جام کفر نوش کیا تو ان کے آباء واجداد اور اعزا واقارب کے دل بھر آئے اور شدید آہ وگریہ کرنا چاہ رہے تھے لیکن یہ منادی کرادی گئی کہ غیرت کے پیش نظر رونا منع ہے۔ اس میں اسود کے تین لڑکے بھی مارے گئے تھے۔ اور اندر سے اس قدر ٹوٹ پھوٹ گئی تھی کہ آنسوؤں کا سیلاب برپا کرنا چاہ رہی تھی لیکن قومی عزت آڑے آرہی تھی اسی اثناء باہر سے رونے کی آواز آئی تو خادم کو کہا جاکر دیکھو رونے کی اجازت مل گئی ہے۔ اس نے آکر بتایا کہ ایک عورت اپنے اونٹ کے گم ہونے کی وجہ سے رو رہی ہے اس پر اسود کی زباں پر بے اختیار یہ اشعار آگئے:(۲۶)

أتبکی ان یضل لها بعیر

ویمنعها من النوم السهود

اونٹ کے گم ہو جانے پر روتی ہے، اور اس کو نیند نہیں آتی۔

فلا تبکی علی بکرولکن علی

بدر تقاصرت الجدود

اونٹ پر مت رو، بدر پر آنسو بہا، جہاں قسمت نے کمی کی۔

فبکی أن بکیت علی عقیل

وبکی حارثاً اسد الأسود

تجھ کو رونا ہے تو عقیل پر رو اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔

جنگ بدر کی شکست نے کفار ومشرکین کے اندر ایک طوفان برپا کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی ہر ممکن کوشش یہ تھی کہ اب کہ صحابہ رسول پالا نہ مار سکیں، نوجوان بوڑھے اور عورتیں جذبات سے چور تھیں کہ

جنگ احد میں اپنی رسوائی کا بدلہ ضرور لینا ہے کیوں کہ ان کے وقار اور مذہب کا مسئلہ تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ محمد ''صابیٔ'' (بے دین) ہو گیا ہے۔ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہمارے لوگوں کو اس سے برگشتہ کرتا ہے۔ ان کی عورتیں اندر سے انتقام کے لیے ایسا بے چین تھیں کہ طبل جنگ کے بجائے خواتین کفار ومشرکین دف پر مندرجہ اشعار پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ آگے آگے اور چودہ عورتیں ساتھ ساتھ یہ اشعار پڑھ رہی تھیں: (۲۷)

نحن بنات طارق

نمشي على النمارق

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلنے والی ہیں۔

أن تقبلوا نعانق

أو تدبروا نفارق

اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔

جنگ احد میں قریش کا علم بردار طلحہ تھا جب لشکر اسلام اور لشکر کفر کا آمنا سامنا ہوا تو طلحہ اپنی فوج سے باہر آکر بڑے خاص انداز میں کہتا ہے کہ کیا تم میں کوئی ہے جو مجھے جہنم رسید کردے یا خود میرے ہاتھوں بہشتی بن جائے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ صف سے باہر نکل کر آئے اور کہا میں ہوں۔ یہ کہتے ہوئے تلوار ماری اور طلحہ کی لاش زمین پر تھی۔ اس کے بعد اس کا بھائی عثمان یہ رجز بڑھتا ہوا حملہ آور ہوا:

إن على أهل اللواء حقا

أن تخضب الصعدة أو تندقا

علم بردار کا فرض ہے کہ نیزہ کو خون میں رنگ دے یا وہ ٹکڑا کر ٹوٹ جائے۔

ان کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت حمزہ نکلے اور اس کے شانہ پر تلوار ماری کہ کمر تک اتر آئی اور یوں واصل جہنم ہوا۔ علامہ نے انصار کے ایک عفیفہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے تحریر کیا کہ اس جنگ میں ان کے باپ، بھائی اور شوہر نے جامِ شہادت نوش کیا۔ باری باری تین مرتبہ ان حادثات کی انھیں خبر دی گئی۔ لیکن ہر بار ان کا یہی سوال ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں۔ جواب دیا جاتا بخیر ہیں۔ انھوں نے پاس آکر چہرہ انور کا دیدار کیا اور بے اختیار پکار اٹھیں۔ (۲۸)

كل مصيبة بعدك جلل

تیرے ہوتے ہوئے سب مصائب ہیچ ہیں۔

یہی حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جو سب کروانے کے لیے تیار رہتا۔ بس شرط یہ تھی کہ معمولی خراش بھی

حبیب خدا کو نہ آنے پائے۔ خدا کا شکر ہے کہ امت مسلمہ طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا ہے لیکن حب رسول میں وہی تلاطم اور وہی تموج ہے۔ آپ ﷺ کے لیے جان دینا تو بس ایک حقیر سا نذرانہ ہے۔ یہی حال حضرت خبیبؓ کا تھا جو واقعہ رجیع میں گرفتار ہوئے اور انھیں مکہ میں بیچ ڈالا گیا۔ حضرت خبیبؓ نے جنگ احد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ حارث کے لڑکوں نے انھیں خرید کر باپ کا بدلہ لینے کی ٹھانی۔ چنانچہ خاندان حارث انھیں حدود حرم سے باہر لے گیا۔ شہادت سے قبل انھوں نے دو رکعت نماز کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر دو رکعت نماز ادا کی اور کہا کہ دیر تک نماز پڑھنے کو جی چاہتا تھا لیکن شاید تم لوگوں کے ذہن میں یہ آجائے کہ موت سے ڈرتا ہوں۔ پھر یہ اشعار پڑھے:(۲۹)

وما أن أبالی حین اقتل مسلما

علی أی شق کان اللہ مصرعی

جب میں اسلام کے لیے قتل کیا جا رہا ہوں، تو مجھ کو اس کی پرواہ نہیں کہ کس پہلو قتل کیا جاؤں گا۔

وذلک فی ذات الالٰہ وأن یشاء

یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ جو کچھ ہے خالصاً خدا کے لیے ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو جسم کے ان پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

دشمنانِ اسلام میں ایک بڑا نام کعب بن اشرف کا تھا۔ کعب ایک خاص حیثیت اور شان کا مالک تھا، اسی دولت مندی نے اسے یہودیان عرب کا سردار بنا دیا۔ اسے اسلام سے قلبی عداوت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر میں سرداران قریش کے مارے جانے پر اسے شدید قلق تھا۔ چوں کہ شاعر تھا اس لیے اس نے اپنے جذبات کو منظوم کیا جس میں کشتگان بدر کا انتقام لینے پر قریش کو اکسایا گیا تھا۔ لوگوں کو جمع کر کے وہ مرثیہ پرزور انداز میں پڑھتا، خود روتا اور لوگوں کو رلاتا۔(۳۰) ابن ہشام میں یہ اشعار نقل کیے گئے ہیں علامہ نے اس کے دو اشعار نقل کیے ہیں:

طحنت رحی بدر لمھلک أھلہ

ولمثل بدر تستھل وتدمع

جنگ بدر کی چکی نے اہل بدر کو پیس ڈالا، بدر جیسے واقعات کے لیے رونا پیٹنا چاہیے۔

کم قد اصیب بہ من أبیض ماجد

ذی بھجة یاؤی الیہ المضیّع (۳۱)

کتنے شرف سپید و بارونق، چہرے جن کے یہاں اہل حاجت پناہ لیتے تھے، مارے گئے۔

جنگ احزاب کا سیرت پاک اور تاریخ اسلام میں ایک نمایاں مقام ہے۔ جب اس موقع پر جنگی حکمت عملی کے تحت خندق کھودنے کا سلسلہ شروع ہوا تو دیگر صحابہ کرام کے ساتھ آنحضور ﷺ بھی مٹی پھینک رہے تھے۔ جس کی وجہ سے شکم مبارک پر گرد اٹ گئی تھی۔ اس حال میں آپ ﷺ کی زبان پر یہ رجزیہ اشعار تھے۔ (۳۲)

واللہ لولا اللہ ما اهتدينا

ولا تصدقنا ولاصلينا

بخدا اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ ہی صدقہ دیتے اور نہ ہی نماز ادا کرتے۔

فأنزلن سكينة علينا

وثبت الاقدام إن لاقينا

پس انھوں نے ہم پر طمانیت نازل کی اور اگر ہم (مصائب سے) دوچار ہوئے تو اس نے استقلال عطا کیا۔

إن الأولى قد بغوا علينا

اذا ارادوا فتنة ابينا

ان لوگوں نے ہمارے خلاف زیادتی کی ہے جب وہ فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کردیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ اشاعت اسلام کے لیے اپنا ہر قطرہ خون نچوڑ دینا چاہتے تھے۔ اس کی ایک تازہ مثال سعد بن معاذ کی ہے جو غزوہ احزاب میں حصہ لینے کے لیے تیزی سے اپنا ہتھیار لیے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ اور یہ شعر ان کی زبان پر رواں تھا:

لبث قليلا تدرك الهيجا جمل

لا بأس بالموت إذا الموت تزل

ذرا ٹھہر جا تاکہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے۔ وقت جب آ گیا تو موت سے کیا ڈر ہے۔

چنانچہ جنگ میں آپ کے ہاتھ میں ایک تیر لگا جس کی وجہ سے اکحل کی رگ کٹ گئی۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد مسجد کے صحن میں آپ کی تیمارداری کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ رقیہ نامی خاتون کے ذریعہ آپ کی تیمارداری کے فرائض انجام دیئے جا رہے تھے۔ خود آنحضور ﷺ

نے دوبار مشخص لے کر داغا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ چنانچہ اسی زخم کاری میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

صحابہ کرام اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تحفظ ایمان و اسلام میں مدینہ ہجرت کر گئے تھے لیکن خانہ کعبہ کی محبت اور وطن کی خوشبو پیچھا کیے ہوئے تھی۔ اور وہاں کے در و دیوار رہ رہ کر یاد آتے تھے۔ حب وطن کو اپنے دلوں سے جدا کرنا محال ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ مکہ کی یاد ایک پھانس تھی جو ہر وقت ان کے کلیجے میں کھٹکتی رہتی تھی۔ (۳۳) حضرت بلالؓ (۳۴) پر مکہ میں کوہ الم توڑے گئے تھے پر پھر بھی مکہ کی یاد میں اکثر آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور بآواز بلند یہ شعر پڑھتے:

الاليت شعری هل اتين ليلة

بواد وحولی اذخر وجليل

آہ! کیا پھر بھی وہ دن آسکتا ہے کہ مکہ کی وادی میں ایک رات بسر کروں اور میرے پاس اذخر اور جلیل ہوں۔

وهل اردن يوما مياه مجنة

وهل يبدون لی شامة وطفيل

اور کیا وہ دن بھی ہوگا کہ میں مجنہ کے چشموں پر اتروں اور شام و طفیل مجھے دکھائی دیں۔

جنگ خیبر کا علامہ نے عالمانہ تجزیہ کیا ہے، خیبر کا مفہوم عبرانی میں قلعہ ہے۔ چنانچہ یہودیوں کو شکست دینے کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ سو افراد پر مشتمل ایک فوج روانہ کی۔ اس میں مشہور شاعر عامر بن الاکوع بھی شامل تھے۔ مندرجہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے (۳۵) جس میں شکر خداوندی ادا کرتے ہوئے اسلام کی فوقیت و برتریت بیان کی گئی ہے:

اللهم لولا انت ما اهتدينا

ولا تصدقنا ولا صلينا

اے خدا! اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ خیرات کرتے، نہ نماز پڑھتے۔

فاغفر فداء لک ما اتقينا

والقين سكينة علينا

ہم تجھ پر فدا ہیں، ہم جو احکام نہیں بجالائے ان کو معاف کر دے اور ہم پر تسلی نازل کر۔

انا اذا صيح بنا اتيناگ

جب ہم فریاد میں پکارتے جاتے ہیں تو پہنچ جاتے ہیں اور جب مدبھیڑ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ۔

وبالصياح عولوا علينا

لوگوں نے پکار کر ہم سے استغاثہ کی درخواست کی۔

جنگ خیبر کے حوالے سے حضرت علیؓ کی آشوب چشمی سے ہم سب واقف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا کر ان کے ہاتھوں میں علم تھمایا۔ یہود سے صلح کی بات ہوئی لیکن وہ کسی طرح تیار نہ ہوئے۔ کیوں کہ وہ اپنی طاقت کے زعم میں تھے۔(۳۶) چنانچہ مرحب قلعہ سے مندرجہ رجز پڑھتا ہوا باہر آیا:

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، دلیر، تجربہ کار اور سلاح پوش ہوں۔

صلح حدیبیہ کے شرائط میں سے یہ بھی تھا کہ مسلمان مکہ آئیں تو اپنے ساتھ ہتھیار نہ لائیں۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قصد کیا تو مکہ سے آٹھ میل قبل مقام ''بطن یاجج''میں چھوڑ دیئے گئے۔ چنانچہ لبیک کہتے ہوئے حرم کی طرف آگے بڑھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:(۳۷)

خلوا بنی الکفار عن سبیله

الیوم نضربکم علی تنزیله

کافرو! سامنے سے ہٹ جاؤ، آج جو تم نے اترنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار کریں گے۔

ضرباً یزیل الهام عن مقیله

ویذهل الخلیل عن خلیله(۳۸)

وہ وار جو سر کو خواب گاہ سر سے الگ کر دے اور دوست کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے۔

خزاعہ اور قبیلہ بنو بکر کے مابین مدت مدید سے جنگ برپا تھی۔ قبیلہ بنی بکر اور قریش میں مخالفت کی بناء پر خزاعہ کمزور پڑ گیا تھا۔ جب بنی بکر اور قریش نے مل کر خزاعہ پر ہلہ بول دیا تو خزاعہ نے مجبوراً حرم میں پناہ لی تو بنو بکر حرم کے احترام میں رک گئے لیکن ان کے رئیس اعظم نوفل نے کہا کہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ غرض عین حدود حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ دفعتاً یہ صدا بلند ہوئی:(۳۸)

لاهم انی ناشد محمدا

حلف أبینا الا تلدا

اے خدا! میں محمد کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو ہمارے اور ان کے قدیم خاندان میں ہوا ہے۔

فانصر رسول اللہ نصرا اعتدا

وادع عباد اللہ یاتوامددا

اے پیغمبر خدا! ہماری اعانت کر اور خدا کے بندوں کو بلا، سب اعانت کے لیے حاضر ہوں گے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف مباحث کے تعلق سے جو اشعار نقل کیے گئے ہیں اس سے اندازہ کرنا دشوار نہیں کہ علامہ کی کلام عرب پر خاصی وسیع نظر تھی۔ خصوصاً جاہلی دور کی شاعری کا مطالعہ انھوں نے اس لیے کیا تھا کہ سیرت کے گوشے ان کی نظروں میں الم نشرح ہو جائیں۔ علامہ نے اپنے اسی مطالعہ کی بنیاد پر تمدن عرب کا معتبر خاکہ پیش کیا ہے۔ اس کی جھلک ''الانتقاد علی التمدن الاسلامی'' میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔(۳۹) علامہ جاہلی شعراء کے موضوعات اور رجحانات سے باخبر تھے۔ علامہ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسئلہ ''ثار'' (قصاص) کے تئیں ان کے متعدد خیالات پیش کیے۔ ''ثار'' کے متعلق ایک خیال یہ ہے کہ جب تک مقتول کا انتقام نہیں لیا جائے تب تک اس کی روح پرند بن کر قتل کر شور کرتی رہتی ہے۔ کہ مجھ کو پلاؤ میں پیاسی ہوں، اس پرند کو 'صدیٰ'' کہتے ہیں۔(۴۰) ابوداؤدایادی کہتا ہے:

سلط الموت والمنون علیھم

فلھم فی صدی المقابر ھام(۴۱)

ان پر موت مسلط ہوگئی ہے، اور مقبروں کے 'صدیٰ' میں ان کے لیے ''ہام'' ہے۔

اسی موضوع سے متعلق ذوالاصبع العدوانی کا شعر ہے:

یا عمرو أن لا تدع شتمی ومنقصتی

اضربک حیث تقول الھامۃ اسقونی(۴۲)

اے عمرو! اگر تو مجھ کو گالی دینا اور میری تحقیر کرنا نہ چھوڑے گا تو میں تجھ کو اس طرح ماروں گا کہ ہام کہے گی کہ مجھے سیراب کرو۔

ایک تصور یہ بھی تھا کہ اگر مقتول کا انتقام لیا گیا تو مقتول کی قبر میں اندھیرا ہوگا۔ عمرو بن معدیکرب کی بہن مقتول کی زبان سے کہتی ہے:

واترک فی قبر بصعدۃ مظلم(۴۳)

خون بہا نہ لوگے تو میں اندھیری قبر میں پڑا رہوں گا۔

اسی مفہوم کو عمرو بن کلثوم نے اس طرح پیش کیا ہے:

معاذ الالہ أن ینوح نساء نا

علی ھالک أو أن نضج من القتل(۴۴)

خدا نہ کرے کہ ہماری عورتیں مقتول پر نوحہ کریں یا ہم قتل سے گھبرائیں۔

مقتول پر نوحہ کرتے تھے تو اس وقت کرتے تھے جب خون کا انتقام لیتے تھے:

من كان مسروراً بمقتل مالك

فليات نسوتنا بوجه نهار

جو شخص مالک کے قتل سے خوش تھا وہ دن کو ہماری عورتوں کے پاس آئے۔

يجد النساء حوا سراً يندبنه

يلطمن أوجهن بالأسحار

وہ دیکھے گا کہ عورتیں ننگے سر نوحہ کر رہی ہیں اور صبح کو اپنے چہروں پر تھپڑ مار رہی ہیں۔

ایک لایعنی تصور عربوں کا یہ بھی تھا کہ جو شخص زخم کھا کر مرتا ہے اس کی روح زخم کی راہ سے نکلتی ہے ورنہ ناک کی راہ سے نکلتی ہے اور یہ نہایت عیب سمجھا جاتا تھا اسی بناء پر بیماری سے مرنے کو ''حتف انف'' کہتے ہیں یعنی ''ناک کی موت'' اور ایسی موت کو نہایت عار سمجھتے تھے۔(۴۵)

وما مات منا سيد حنف انفه

ولاطل منا حيث كان قتل

ہمارا کوئی سردار ناک کی راہ سے نہیں مرا اور نہ ہمارے مقتول کا خون بدر ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے عرب خون بہا لینے کو عیب سمجھتے تھے۔ اسی شاعر کا مصرع ہے:

ومشوا بآذان النعام المثلم

اور خون بہا لیتا ہے تو بوچے شتر مرغ کا کان پکڑ کر لے جاؤ۔

جاہلی شاعری کا ایک اہم باب یہ ہے کہ غیرت وحمیت کے پیش نظر مقتول پر نوحہ کرنا عربوں کے نزدیک غیر مستحسن تھا۔

ولاتراهم وإن جلت مصيبتهم

مع البكاة على من مات يبكونا

گو کتنی بڑی مصیبت ہو، لیکن ان کو مرنے والے پر روتا ہوا نہ دیکھو گے۔

علامہ نے عربوں کے تمدن پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے وحشیانہ افعال کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً اپنے دشمنوں کی جان لینے کے بعد بھی ان کے جسمانی اعضاء وغیرہ کاٹ ڈالتے تھے۔ اسی جذبۂ انتقام میں حضرت حمزہ اور دیگر شہداء کے اعضاء کو کاٹ کر ہار بنایا گیا اور گلے میں پہنایا گیا۔ یہ بھی عربوں کی بدترین خصلت تھی کہ اپنے دشمنوں کی کھوپڑی میں شراب پینے کا عہد کرتے اور یہ سنگ دلی بھی ان کے اندر موجود تھی کہ اپنے دشمنوں کا کلیجہ نکال کر چبا جاتے۔ حضرت حمزہ کے کلیجہ کے ساتھ ہندہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اسی طرح حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر ڈالتے تھے(۴۶) عامر بن طفیل عرب کا مشہور بہادر اور رئیس

ہوازن کہتا ہے:

بقرنا الحبالیٰ من شنوة بعد ما

خبطن بعنف الریح نهدا وخثعما

بعض دوستوں کی وجہ سے ہم نے حاملہ خواتین کے شکم چاک کر دیئے جب کہ وہ تیز و تند ہوا میں لڑکھڑا رہی تھیں۔

علامہ نے سیرۃ النبی ﷺ کی دوسری جلد میں بھی بہت سے اشعار نقل کیے ہیں جن سے حقائق سیرت کی معرفت میں آسانی ہوتی ہے۔ اپنے جذبات کی ترجمانی کے لیے عرب سب سے اقرب شعر ہی کو سمجھتے تھے اسی لیے تمدن عرب کے اہم مصادر میں کلام عرب کو بھی شامل کیا گیا ہے اور ان میں قرآن کریم سب سے معتبر مصدر ہے۔ بہر کیف علامہ کے استحضار میں اشعار کا ایک بڑا دفینہ موجود تھا جس سے وہ استدلال کرتے تھے۔ یہاں دوسری جلد میں منقولہ عربی اشعار کو بھی نقل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

علامہ نے فروہ بن عمرو کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بتایا کہ شام کے معان اور اس کے اضلاع پر ان کے زیر تسلط تھے انھیں جب اسلام کی صداقت کا اندازہ ہوا تو انھوں نے اسلام کو قبول کیا۔(۴۷) جب یہ خبر روم کے عیسائیوں کو معلوم ہوئی تو انھوں نے گرفتار کر کے سولی دے دی تختۂ دار پر ان کی زبان پر یہ شعر رواں تھا۔

بلغ سراة المسلمین بأنني

سلام لربی اعظمی ومقامی

مسلمان سرداروں کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میرا جسم اور میری عزت سب اپنے پروردگار کے نام پر نثار ہے۔

علامہ نے اشاعت اسلام کا ذکر کرتے ہوئے قبیلہ مزینہ کے متعلق بتایا کہ بیک وقت اس قبیلہ کے چار سو افراد آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور اسلام قبول کیا۔ عراقی نے اپنی سیرت منظوم میں اس واقعہ کا ذکر یوں کیا ہے:(۴۸)

اول وفد وفد المدینة

سنة خمس وفدوا مزینه

سب سے پہلا وفد جنھیں مدینہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوا جو ۵ ھ میں آنے والا مزینہ کا وفد تھا۔

قبیلہ بنو تمیم کے وفود بڑی شان و شوکت کے ساتھ دربار رسالت میں قبول اسلام کی غرض سے حاضر ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ کے دروازے پر دستک دے کر آپ ﷺ کو بلایا اور کہا کہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم سے مفاخرہ کریں گے آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ اس موقع پر تقاریر اور

قصائد دونوں پیش کیے گئے۔ تمیم کے مشہور شاعر زبرقان بن بدر نے اپنی اعلیٰ حسبی کا اس طرح ذکر کیا:

نحن الکرام فلاحی یعادلنا

منا الملوک وفینا تنصب البیع

ہم شرفاء قوم ہیں، کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہیں ہوسکتا، ہم میں تخت نشین ہیں اور ہم کلیساؤں کے بانی ہیں۔

اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دربار رسالت کے شاعر حسان بن ثابتؓ کی طرف دیکھا تو انھوں نے برجستہ کہا:(۴۹)

إن الذوائب من فِهر وإخوتهم

قد بینوا سنة للناس یتبعوا(۵۰)

شرفاء قبیلہ فہر و برادران فہر نے لوگوں کو وہ راستہ بتادیا ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کو اپنی مجبوریوں کی بنا پر اپنے وطن، اعزا، اقرباء، اور خاص کر خانہ کعبہ کو چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا، اسی طرح صلح حدیبیہ میں دب کر صلح کرنی پڑی اور ہتھیار کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ان کا داخلہ ممنوع تھا۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کفروشرک اور یہودیت ونصرانیت اسلام کے سامنے سرنگوں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم صادر کیا کہ ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ طائف کے صنم اعظم لات کو جا کر توڑ دیں۔ جب مغیرہ نے توڑنے کا عزم کیا تو مستورات روتی ہوئی ننگے سر گھروں سے نکل آئیں(۵۱) اور یہ اشعار ان کی زبان سے ادا ہو رہے تھے:

الا ابکین دفّاع

اسلمها الرضّاع

لوگوں پر رو، کہ پشت ہمتوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے سپرد کردیا۔

لم یحسنوا المصاع

اور معرکہ آرائی نہ کرسکے۔

علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں نجران کے عظیم الشان کلیسا کا بھی ذکر کیا۔ جسے نصاریٰ کعبہ کہتے تھے اور اسے حرم کعبہ کا جواب بھی سمجھتے تھے۔ اس میں بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے۔ عرب کے اندر کوئی ایسا مذہبی مرکز نہ تھا جو اس کی ہمسری کرتا۔(۵۲) اعشیٰ اس کی شان میں یوں اپنے جذبات کو پیش کرتا ہے:

وکعبة نجرانَ حتمٌ علیکِ

حتی تناخی بأبوابها

نجران کے کعبہ تک رسائی تمہاری لیے لازم ہے یہاں تک کہ اس کی چوکھٹ پر پڑاؤ ڈال دو۔

نزور یزیدَ أو عبدَالمسیح

وقیسا، هم خیرُ أربابها(۵۳)

ہم یزید، عبدالمسیح اور قیس کی زیارت کریں گے جو بہترین سردار ہیں۔

اس کے متعلق مزید معلومات فراہم کرتے ہوئے علامہ نے فرمایا کہ یہ گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ اس کعبہ کے حدود میں آنے والا ہر شخص مامون ہو جاتا۔ اس کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی۔ اس کے مطالعہ سے یہی مترشح ہے کہ یہ سب فتنہ پردازیاں صرف کعبۃ اللہ کی عظمت کو کم کرنے کے لیے تھیں۔ لیکن آج اس مصنوعی کعبہ کا نام ونشان نہیں اور کعبۃ اللہ یوں ہی ''مثابۃ للناس'' بنا ہوا ہے اور تا حشر انشاء اللہ بنا بھی رہے گا۔(۵۴)

قرآن کریم میں یہ صراحت موجود ہے کہ عرب حدود حرم میں آکر اپنے کپڑے اتار دیتے تھے اس میں مرد وزن سب شامل ہوتے۔ صرف اہل قریش اس بے حیائی میں حصہ نہ لیتے۔ عورتیں بھی اسی حالت میں طواف کرتی ہوئی یہ شعر پڑھتیں:(۵۵)

الیوم یبدو بعضُهم أو کله

وما بدأ منه فلا أحله

آج کچھ حصہ اس کا یا پورا کھلے گا، جو کھلا ہے اس کو میں حلال نہیں کرتی۔

سیرۃ النبی کی دوسری جلد میں علامہ نے یہ مسئلہ بھی اٹھایا کہ آنحضور ﷺ کو ایسی تعریفیں کسی طرح بھی پسند نہ تھیں جس میں مبالغہ یا کذب بیانی ہو، آپ ﷺ کہا کرتے تھے کہ ابن مریم کی تعریف میں جس طرح نصاریٰ نے غلو کیا ہے تم اس کو قطعاً نہ اپناؤ، میں تو بندۂ خدا اور اس کا فرستادہ ہوں، آپ نے اپنا سجدہ کرنے سے منع کیا نیز بعد وفات اپنی قبر پر سجدہ کرنے سے بھی روکا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک شادی میں تشریف لے گے اور دلہن کے لیے بچھائے گئے فرش پر بیٹھ گئے۔ گھر کی لڑکیاں آس پاس جمع ہو گئیں اور دف بجا بجا کر شہدائے بدر کا مرثیہ گانے لگیں اور گاتے گاتے ایک نے یہ مصرع گایا:(۵۶)

فینا نبی یعلم ما فی غد

ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔

آپ ﷺ نے اسے ترک کرنے کو کہا اور فرمایا کہ جو کچھ تم پڑھ رہی ہو اسے پڑھتی رہو۔

غزوہ حنین میں جب دشمنانِ اسلام کی پیہم تیر اندازی کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے پھر بھی اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ آپ ﷺ نہایت سکون واطمینان سے میدانِ جنگ میں جمع رہے۔ اور اس وقت زبان مبارک پر مندرجہ رجز جاری تھا:(۵۷)

أنا النبی لاکذب أنا ابن المطلب

میں پیغمبر صادق ہوں، میں فرزند عبدالمطلب ہوں

عربی سیرت نگاروں کے یہاں بکثرت عربی اشعار بطور دلائل نقل کیے گئے ہیں ۔ آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے نقوش جاہلی، مخضرمی اور اسلامی شاعری دونوں میں بھی ابھرے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام طفولیت کے جاننے کا ایک صحت مند راستہ یہی شاعری ہے۔ اسی میں آپ کے خاندان، آپ کے آبا واجداد اور ان کے کارناموں نیز مفاخر لٹریچر کی داستان بیان کی گئی ہے۔ علامہ چوں کہ ایک محققانہ سیرت ترتیب دینا چاہتے تھے اس لیے دیگر سیرتی مآخذ کے ساتھ شاعری پر خاطر خواہ توجہ منعطف کرنے کے خواہش مند تھے۔ کیوں کہ اس میں بہت سے ایسے پڑاؤ آتے ہیں جہاں سے سیرت کی شعائیں پھوٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ سرسید اور مولانا فراہی کے علمی مباحث نے بھی علامہ کے سامنے عربی شاعری کی قدر و قیمت کو واضح کر دیا تھا۔ علامہ نے جب سیرت کی بہت سے عوائق وموانع شاگرد عزیز کے سامنے پیش کیے تو انھوں نے اس کی صراحت کے لیے جہاں صحف آسمانی اور قرآن کریم کو قسطاس مستقیم بنایا وہیں شاعری کو بھی میزانِ خاص قرار دیا۔ ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ علامہ نے اس لیے بھی سیرت کی تسوید میں کلام عرب کے اساسی کردار کو تسلیم کیا اور اس سے استفادے کو ناگزیر تصور کیا۔ مکاتیب شبلی میں مولانا فراہی کے نام لکھئے گئے مکتوبات اس کی مکمل شہادت دے رہے ہیں۔(۵۸) علامہ کے اس نقطہ نظر سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک معیاری سیرت کلام عرب کے بغیر لکھنے کا تصور بے معنی ہے۔ اسی بنیاد پر آگے کی پانچ جلدوں میں سید صاحب نے بھی متعدد مقامات پر اشعار سے استدلال کیا ہے۔ گویا سیرت النبی اردو کی دیگر سیرتی تصانیف میں اس پہلو سے امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اردو سیرت نگاری میں اس روایت کا آغاز سرسید کے ہاتھوں ہوا اور یہ بھی کہنے میں کوئی تامل وتوقف نہیں کہ اردو میں محققانہ سیرت نگاری کی طرح ڈالنے والے سرسید پہلے شخص ہیں اس لیے خطباتِ احمدیہ کے اثرات سیرۃ النبی میں پوری محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

❖❖❖

حوالہ جات وحواشی

۱۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: مولانا عبدالسلام ندوی: ماہر قرآنیات وادبیات، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، مولانا عبدالسلام ندوی فاؤنڈیشن، ممبئی، باراول، ۲۰۰۸ء، ص:۹۶۔ ۱۰۴

۲۔ اسواق عرب پر تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ آداب العرب، مصطفی صادق الرافعی، مطبعۃ ال استقامۃ

بالقاہرۃ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۳ء، ۱۔ ۸۷۔ ۹۰

۳۔ امرء القیس کے مختلف شعری جہات کا استقصاء رافعی نے اپنی کتاب میں کیا ہے، دیکھیے: تاریخ آداب العرب (اخرجہ: محمد سعید العربان)، مطبعۃ ال إستقامۃ بالقاہرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۳۔ ۱۹۴۔ ۲۳۴

۴۔ مفردات القرآن پر تصانیف کے لیے دیکھیے: مجلہ: المنھل (عدد خاص للقرآن)، ادارۃ المنھل، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، جدۃ، ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ/ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۱ء، صفحات: ۲۹۲، قرآن کریم کے اس خصوصی نمبر کے تعارف کے لیے دیکھیے: مجلہ 'المنھل' کا قرآن نمبر، قرآنیات کے چند اہم مباحث، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، اروار پرنٹرز، دہلی، مارچ ۲۰۰۲ء، ص ۲۴۱۔ ۲۵۴

۵۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: مولانا حمید الدین فراہی: مفسر ومحقق: ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، قرانک ریسرچ سینٹر، علی گڑھ، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۳۲۔ ۲۱۴

۶۔ یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں اپنے خیالات کی تائید کے لیے جابجا اشعار کا استعمال کیا ہے۔ یہ جان کر انتہائی خوشی ہوگی کہ یونیورسٹی آف کشمیر کے سینٹر آف سینٹرل ایشین اسٹڈیز نے ''معجم البلدان'' کی تمام جلدوں کو اردو میں منتقل کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور یہ ادبی وتحقیقی سلسلہ جزء ہشتم ونہم تک پہنچ چکا ہے۔ مذکورہ دونوں جزء کے ترجمہ وتحقیق کا فریضہ ظہور احمد عاصمی نے انجام دیا ہے۔ یہ کام ۶۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: تفسیر احسن البیان (تفسیر از حافظ صلاح الدین یوسف، ترجمہ از خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی، نظر ثانی، از مولانا وصی الرحمن مبارکپوری، دارالسلام، ریاض، ص: ۸۸۸۔ ۸۸۹

۸۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر وترمذی ابواب الآداب وغیرہما

۹۔ شعراء الرسول، مولانا سعید الاعظمی ندوی کے تحقیقی مقالہ میں چار شعراء کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ خاکسار نے اس پر تجزیاتی مقالہ بھی ترتیب دیا ہے جو پاکستانی مجلہ ''نعت رنگ'' میں شائع ہوا ہے۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: شعراء الرسول ایک تعارف، ابوسفیان اصلاحی، نعت رنگ، کراچی، ش: ۹، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۳۸۔ ۱۶۸

۱۰۔ سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا، ۱۹۹۶ء، ۱/ ۵

۱۱۔ ایضاً، ۱/ ۶۹

۱۲۔ ایضاً، ۱/ ۱۰۹

۱۳۔ زرقانی، ۱/ ۹۰

۱۴۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۱۱۰

۱۵۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۱۳۲

۱۶۔ سیرۃ النبی، ابن ہشام، (اردو ترجمہ)، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، پہلی بار اگست ۱۹۸۲ء، ۱/ ۲۹۹۔ ۳۰۰

۱۷۔ شعراء النصرانية (جمعه ووقف على طبعه، وتصحيحه الادب وليس شيخا اليسوعي) مطبعة ال أباء المرسلين اليسوعيين، بيروت، ۱۸۹۰ء، ص: ۱/ ۲۳۱

۱۸۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۱۸۹

۱۹۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۱۸۹

۲۰۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۱۸۷۔۱۸۸

۲۱۔ وفاء الوفاء، بحوالہ ابن شبہ، مصر، ۱/ ۱۸۱، بحوالہ سیرۃ النبی، ۱/ ۱۹۸

۲۲۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۱۹۰۔۱۹۱

۲۳۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۲۲۰۔۲۲۱

۲۴۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۲۹۲

۲۵۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: سیرۃ النبی (ترجمہ از مولانا عبدالجلیل صدیقی)، ابن ہشام، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، پہلی بار: اگست ۱۹۸۲ء، ۱/ ۱۴۷۔۷۵۲

۲۶۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۲۲۲۔ ۲۲۳، ۱/ ۲۶، ایضاً ص: ۲۲۹

۲۷۔ ایضاً، ۱/ ۲۵۷

۲۸۔ وضاحت کے لیے دیکھیے، ایضاً، ۱/ ۲۵۸۔۲۶۵

۲۹۔ ایضاً، ۱/ ۲۷۱

۳۰۔ ایضاً، ۱/ ۲۸۰

۳۱۔ سیرۃ ابن ہشام (ترجمہ از: مولانا عبدالجلیل صدیقی)، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، پہلی بار، اگست ۱۹۸۲ء، ۲/ ۲۹۔۳۰

۳۲۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۲۹۲

۳۳۔ ایضاً ص: ۱/ ۳۱۲

۳۴۔ حضرت بلالؓ کی شخصیت کے لیے دیکھیے: داعئ السماء بلال بن رباح: مؤذن الرسول، عباس محمود العقاد، دارسعد مصر، ۱۹۴۵ء، الصفحات: ۱۸۷

۳۵۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۳۳۵

۳۶۔ ایضاً، ۱/ ۲۳۹۔۲۴۰

۳۷۔ ایضاً، ۱/ ۳۵۱

۳۸۔ عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعار ''طبقات فحول الشعراء'' میں اس طرح درج ہیں:

خلوا بنی الکفار عن سبیله   خلوا، فکل الخیر مع رسوله
نحن ضربناکم علی تأویله   کما ضربناکم علی تنزیله
ضرباً یزیل الهام عن مقیله   ویذهل الخلیل عن خلیله

دیکھیے: طبقات فحول الشعراء (شرحہ: محمود محمد شاکر)، لابن الجمحی، دارالمعارف (بدون تاریخ)، ص، ۱۸۶

۳۸۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۳۵۶۔۳۵۷

۳۹۔ وضاحت کے لیے دیکھیے، خاکسار کا مقالہ: علامہ شبلی اور عربی زبان وادب، ابوسفیان اصلاحی، سہ ماہی فکر ونظر، علی گڑھ (شبلی نمبر)، جون ۱۹۹۶ء، ص: ۲۸۳۔۳۰۸

۴۰۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۴۰۳

۴۱۔ اس شعر کی ایک روایت یہ بھی ہے: **سلط الدهر والمنون عليهم۔فلهم في صدى المقابر هام** دیکھیے: الأصمعیات: اختیار الاصمعی أبی سعید عبدالملک بن قریب بن عبدالملک، (تحقیق وشرح: احمد محمد شاکر، عبدالسلام هارون)، دارالمعارف، مصر، بدون التاریخ) ص: ۲۱۶

۴۲۔ شعراء النصرانیۃ، ص ۷۶۳

۴۳۔ یہ مکمل شعر قدرے فرق کے ساتھ اس طرح ہے: **ولا ناخذوا منهم إقالاً وأبكراً + واترك في بيت بصعدة مظلم** (دیکھیے، شرح دیوان الحماسۃ لابی علی بن محمد بن الحسن المرزوقی (۴۲۱)، نشرۃ: احمد امین، عبدالسلام ہارون، الطبعۃ الاولی، مطبعۃ التالیف والترجمۃ والنشر، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱م، ۱/ ۲۱۷

۴۴۔ شعراء النصرانیۃ (فی شعراء نجد والحجاز)، ۱/ ۲۰۴

۴۵۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: سیرۃ النبی، ۱/ ۴۰۳۔۴۰۴

۴۶۔ ایضاً، ۱/ ۴۱۰

۴۷۔ سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، طبع چہارم، ۱۳۶۹، ۲/ ۳۳

۴۸۔ ایضاً، ۲/ ۳۶

۴۹۔ ایضاً، ۲/ ۳۷۔۳۸

۵۰۔ آخری مصرع میں ''یتبعوا'' کے بجائے ''تتبع'' ہے۔ دیکھیے: دیوان حسان ثابت الانصاری، دار صادر، دار بیروت، ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء، ص: ۱۴۵

۵۱۔ سیرۃ النبی، ۱/ ۴۶

۵۲۔ ایضاً، ۲/ ۴۸

۵۳۔ دیوان الأعشیٰ، دار صادر، بیروت، ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء، ص: ۲۵

۵۴۔ سیرۃ النبی، ۲/ ۴۸

۵۵۔ ایضا، ۲/ ۱۲۶

۵۶۔ ایضاً، ۲/ ۳۳۸

۵۷۔ ایضاً، ۲/ ۳۴۵

۵۸۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: مولانا فراہی مکاتیب شبلی کے آئینہ میں، ابوسفیان اصلاحی (علامہ حمید الدین فراہی: حیات وافکار) مقالات فراہی سمینار، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء، ص: ۴۴۲۔۴۵۲

❖❖❖